

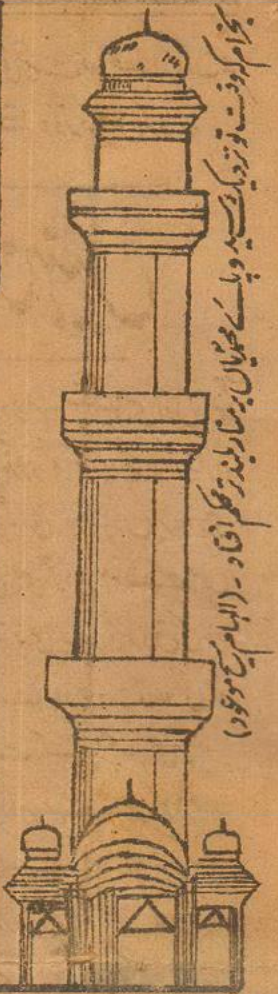
بشارت دی کہ بیٹا ہے تیرا
 کر دے گا دور اس مہ سے اندھیرا
 بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
 فوجان الذی اخری الا عادی

پہلا ہفتہ وار اخبار جو جمعرات کو قادیان ارالامان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق

میں نے جہاد کی باتیں
 میں نے جہاد کی باتیں



بجرام دفت تو تیرے دل کے پیلے
 بزمِ خیمیاں برساں بزمِ زکریا
 (الہامِ ربّی موعود)

میں نے جہاد کی باتیں
 میں نے جہاد کی باتیں

جلد ۲۵-۲۶ یومِ پچیشنبہ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۱۸ء

سلسلہ کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ حبیب راؤ ڈاکٹر صاحب
 ۲۲ جون کو بروز ہفتہ بوقت شام نماز مغرب ادا کر کے
 ڈھوڑی تشریف لے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان کا مشورہ
 دینا کہ خون کی کمی ہے۔ اسلئے حضور کم از کم ۷ ہزار فٹ
 بلندی پر جہاں کہ وہ خون کے کیڑے پیدا ہونے میں کچھ
 دن تشریف رکھیں۔ اسلئے حضور کو مجبوراً ڈھوڑی جانا
 پڑا۔ ورنہ خدام کو چھوڑ کر دارالامان سے باہر جانا حضرت
 مہر ورج کو پتہ نہیں۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ بصحت
 کامل جلد پیارے خلیفۃ المسیح کو واپس لائے۔ آمین
 حضرت صاحبزادگان میاں بشیر احمد صاحب ایم
 ومیاں شریف احمد صاحب سلمہ الرحمن دیشی عبدالرحمن
 صاحب فاضل مصری دیشی عبدالرحمن صاحب فاضل

مصری دیشی عبدالرحمن صاحب قادیانی دیشی یعقوب علی
 ایدہ اللہ بحکم ہی ہر کتاب میں
 حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے زخم کو بھڑک
 بالکل مٹے۔ حضور ہی سی تکلیف باقی ہے۔ جو انشاء اللہ
 جلد تر صحت کامل ہو جائیگی۔ احباب ہمارے غافل تھوں
 بارش کی قلت سے موسم خراب ہو رہا ہے۔ برسات
 پیدا ہونی چاہی چیزیں کیا ہی ہو رہی ہیں۔ نرخ غلہ گراں
 ہوتا جاتا ہے۔ گھاس وغیرہ مویشیاں کی سخت کمی
 ہے۔ اللہ رحم کرے۔ نرخ گندم سفید لپہ اور سرخ
 لپہ میں ہے۔
 ضرورت ہے۔ ایک پریسین کی جو دستی پریس
 پر ۲۶ x ۲۰ چار صفحہ عمدہ چھاپ سکے۔ اور ۱۸ x ۲۲
 ڈبل بھی چھاپ سکے۔ کارگذاری روزانہ ایک ہزار
 ۲۶ x ۲۰ کی اور ۸ سو ۱۸ x ۲۲ کی ہوگی۔ تمخواہ
 بنیٹس رجبے ماہوار۔ جو کہ نصف یوم کی چھٹی

تبلیغ رسالت جلد اول

یہ ایک نخبہ ہے بہا اور گوہر نایاب ہے۔ جسکو دیکھ کر
 آنکھوں کو نور دل کو سرور ایمان کو زیادتی اور روح کو
 تازگی حاصل ہوتی ہے۔ تبلیغ رسالت میں حصہ
 مسیح موعود جری اللہ فیہ السلام الانبیاء کے مقدس شش

تبلیغ رسالت جلد اول کی قیمت مع محصولہ اک عشر ہے۔ جلد منگواؤ۔ اور معتمدہ دفتر حاصل کرو ۛ

اسکو بھولنا نہیں

اخبار فاروقی کی سہ ماہی دوم و ششمی اول ۳۰ جون کو ختم ہو کر یہ پرچہ سہ ماہی مذکور کا آخری پرچہ ارسال خدمت ششم۔ چونکہ کاغذ کی گرانی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور مصارف چھپائی بھی گراں ہو رہے ہیں احباب کو خاص توجہ اپنے قومی پرچہ فاروق کی طرف کرنی چاہیے۔ اس کی اشاعت باوجود باقاعدگی اور عمدہ صفائیں کے اس وقت تک پانچویں نہیں ہے۔ یہ نہایت دل شکن امر ہے۔ اس کا باعث صرف احباب کی عدم توجہی ہے۔ ورنہ ایک ایک روپیہ کر کے جس پرچہ کا چندہ باقسط سال بھر میں چار دفعہ کر کے ادا ہو سکے۔ اس پرچہ کی اشاعت تو ہزاروں تکس ہونی چاہیے تھی۔ مگر افسوس کی بات ہے۔ کہ ابھی پانچویں پورا نہیں ہوا۔ بہر حال سہ ماہی آئندہ کے لئے جو تکمیل جولائی لغایت ۳۰ ستمبر ۱۹۱۸ء ہوتی ہے۔ اگلا پرچہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۸ء کا انشاء اللہ ایک ایک روپیہ کا دی بی ہو کر آئینہ احباب عید کے موقع پر اپنے خادم قوم احمدی اخبار فاروق کے لئے بھی ایک ایک روپیہ دیگر مصارف سے بچا کر رکھ لیں۔ اور حسب وی بی پیونجی فوراً وصول فرما کر ثواب امداد حاصل کریں۔ اگر کاغذ وغیرہ کی گرانی اس قدر نہ ہوتی۔ تو آپ کی دہی وی بی بھی برداشت کر لی جاتی۔ مگر اب ضرورت وقت اس کی مقتضی ہے۔ کہ آپ بلا تاخیر دی بی وصول کر لیں۔ واپس نہ کریں۔ اور اشاعت بھی بڑائیوں عید کے موقع پر احباب میں تحریک کریں۔ آخر سلسلہ کے پرچے سلسلہ والوں نے ہی خریدنے ہیں خدا آپ کو توفیق دے۔

آمین ۛ

مجھے اس امر پر غصہ نہ اسوجہ سے کہ میری سچی سے یہ دینی خدمت سرانجام پانے والی ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ خدا نے مجھے توفیق عطا فرمائی۔ اور میری مدد کی اور میرے لئے یہ نامکمل اسکول مجموعہ جمع کر دیا ہے نا کھردرے علما ذلک۔

یہ مجموعہ دس جلدوں میں انشاء اللہ طبع ہو گا۔ جلد اول تبلیغ ہو گئی ہے۔ ہر ایک جلد ۶۰ صفحہ یعنی ۱۰ اجزوں کی ہو گی۔ جس کی قیمت علاوہ محصولہ اک صرف ایک روپیہ۔ اس گرانی کا غنہ مصارف چھپائی کے مقابلہ میں قریب قریب لاگت کے رکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح بھی ہو۔ یہ خزانہ محفوظ ہو جائے موجودہ احمیوں کو بھی اس کا دیکھنا دشوار تھا۔ آئندہ نسلوں کو تو بالکل اس سے محروم کیا جاتا۔ اگر خدا اس کی حفاظت اور جمع کی توفیق نہ دیتا۔ پس اسے احمدی قوم اٹھ۔ اور خدا کی بارگاہ میں سجدات شکوہ بجالا۔ جس نے اس کو ہر بے بہا کے جمع و اشاعت کی راہ نکال دی۔ یعنی خاص اس کتاب کی اشاعت کے لئے اپنا پرپس جاری کیلئے ہے۔ جس پر بہت کچھ مجھے صرف کرنا پڑا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اس پرپس کی مشکلات کو جو آج کل بوجہ نہ ملنے ہو تیار پرپسین کے پیش آرہی ہیں۔ دور فرادے۔ آمین تبلیغ رسالت جلد اول احمیوں کے لئے نکل رہی ہے غیر احمدی اور غیر مسلم بھی اس کی خریداری کے شائق ہیں مگر احمدی احباب بوجہ ناواقفیت اثر اصلیت اس سے ابھی تک بے پرواہ ہیں۔ اسلئے میں خاص طور پر اپنے احمدی بھائیوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ دوسری ضرورت کو بند کر کے ہی اس کو ہر نایاب کو ضرور مددگار فیض حاصل کریں۔ ایک روپیہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایسا مصارف و معانی کا خزانہ اور اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک زندگی کا عظیم الشان کارنامہ ان کو ملیگا جسکو پڑھ کر ان کے دل بول اٹھیں گے کہ

جہادے چندہ خادم جان خریدم
بجھہ اللہ زب سے ارازاں خریدم

اور حضور کی بعثت کے اہم اغراض اور مقاصد کے عظیم الشان کارنامہ ہیں۔ تبلیغ رسالت جلد اول اس گنجینہ صداقت کا نام ہے جس میں حضور مسیح موعودؑ کے اس زمانہ کے نایاب اشتہارات ہیں۔ جسکو حضور نے تجدید دین کا کام بامر لہی شروع فرمایا تھا۔ یہ اشتہارات اس وقت دنیا کی نظر سے عموماً اور احمدی قوم کی نظر سے خصوصاً بالکل پوشیدہ ہو چکے تھے ان اشتہارات کے ذریعہ حضور نے تمام غیر اسلام مذاہب پر اظہار دین و غلبہ اسلام ثابت کر کے دکھایا ہے جملہ ادیان باطلہ کے مشاہیر اور پیشواؤں کو مقابلہ پر بلایا ہے۔ بیش بہا انعامات مقرر فرما کر اور غیرت دکھانے والے الفاظ میں ان کو اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سلسلے بلایا ہے۔ دینا ندر باقی آریہ علاج یکھرام آریہ مرا فر مقتول برہو علاج کا بانی اندرسن حرا دیادی پادری دانٹ بریخت اور تمام عیسائی اور آریہ مذہب کے بڑے بڑے لیڈروں پر ان اشتہارات کے ذریعہ تمام حجت کے اسلام کا بولی بالا فرمایا جو حضور کے اشتہارات کا مجموعہ جو نہایت کوشش اور جانفشانی سے چودہ سال کی لگاتار تلاش کے بعد غیر مسلموں غیر احمیوں احمیوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیا ہے۔ وہ ایک خاص خدا کے فضل کا نشان ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ۱۸۷۹ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کے اشتہارات جو مختلف اوقات اور مختلف پریشوں اور مختلف شہروں سے شائع کئے گئے تھے آج ہم پورچ جلتے۔ خدا تعالیٰ کا یہ انتہا احسان اس ناچیز خادم قوم خاکسار ایڈیٹر فاروق پر ہوا ہے کہ یہ کامل مجموعہ میرے پاس اصل اشتہارات کا جمع ہو گیا۔ جسکو میں نے اسی ریت الوقت کی توفیق سے چھپانے کا مصمم ہتھ کر کے جلد اول کو شائع کر دیا ہے۔ اس جلد میں حضور علیہ السلام کے پانچ ۱۸۷۹ سے لیکر مارچ ۱۹۱۸ء تک کے ۵۶ اشتہارات شائع ہوئے ہیں۔ اور یہ سب کے سب نہایت ہی قابل دید اور لائق شہید اشتہارات ہیں۔ اور ایک جواہرات کا خزانہ ہے۔ جو گمشدہ مل گیا کر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اخبار فاروق

قادیان دارالامان - ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء

کیا وید الہامی ہیں؟

(منشی)

(منشی فضل حسین صاحب احمدی صاحب کے قلم سے)

اس مضمون کے منبر اول میں ہم نے جناب سوامی دیانند جی کے پیش کردہ وید منتروں کی حقیقت کو آشکارا کیا تھا۔ اہد یہ ثابت کر کے دکھلایا تھا کہ ویدوں میں ہرگز بھوسے سے بھی چار ویدوں کا نام نہیں ہے۔

اب ہم حسب وعدہ لیکھرام کے پیش کردہ منتروں کی پڑتال کرتے ہیں۔

حضرت شیخ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مشہور معرکتہ آلا راء کتاب براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۱۰۵ حاشیہ الامین ویدوں کے متعلق ہی اعتراض اٹھایا تھا۔ جس کے جواب میں لیکھرام تجزیہ براہین احمدیہ حصہ اول ص ۳۳۳ مشمول بر کلیات ص ۳۵۵ پر چند ایک وید منتر پیش کرتا ہے۔ اگر ان منتروں کی تمام عبارت نقل کی جائے۔ تو ساری جگہ وہ عبارت ہی کی جائے گی۔ اس لئے ہم اختصاراً ان منتروں کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ جس نے مفصل عبارت پڑھنی ہو۔ وہ اصل کتاب میں دیکھ سکتا ہے۔

حوالہ اور گنہ گار ہے۔

پہلا منتر - روگید منڈل الہامی ہے۔ اس میں

ہرگز لکھرام کا نام نہیں۔ لفظ چھندس ہے۔

دوسرا منتر - یجر وید الہامی ہے۔ اس میں بھی چھند

نہیں ہے۔ چھند کے لفظ پر ہم پہلے نمبر میں کافی بحث

کر کے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ چھندس یعنی علم عروض کے بجز ہیں۔ نہ کہ اتھرو وید وہاں مراد ہے۔

تیسرا منتر - کذب براہین نے اتھرو وید کا ہی پیش کیا ہے۔ جس میں ضرور اتھرو وید کا نام ہے۔ مگر اتنا تو خیال کرنا چاہیے تھا کہ اتھرو وید تو خود زیر بحث ہو اس میں سے ہی اتھرو کا نام دکھلا کر کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ اتھرو تو ضرور دیکھ گاتین وہ اور جو تھیں۔ پس یہ حوالہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ان میں ویدوں سے ایسا حوالہ مطلوب ہے۔ جس میں چار ویدوں کا علیحدہ علیحدہ نام مذکور ہو۔

لیکھرام نے علاوہ ان ہر سے منتروں کے اپنی دوسری کتاب ”نسخ خط احمدی“ کے ص ۶۷ مشمول بر کلیات ص ۵۶۸ میں بھر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۵۰ کو نقل کیا ہے۔ اگر اصل سند کے عبارت کو دیکھا جائے۔ تو وہاں لفظ اتھرو نظر آتا ہے۔ مگر ان الفاظ میں نہیں کہ ”اتھرو وید“ بلکہ وہاں اتھرو کے معنی اہنسک (کے جائینگے)

جیسا کہ سوامی دیانند جی نے اپنی تفسیر بھر وید بھاشہ اسی منتر کے ذیل میں اتھرو کے معنی اہنسک کے ہی کہے ہیں۔ اگر وہاں اتھرو وید ہی مراد ہوتا تو ضرور سوامی جی ایسا لکھتے۔ وہ تو چھند کو اتھرو وید بنانے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔ اگر یہاں بھی ان کا داؤ چلتا۔ تو کیا کچھ کم فرق کرتے۔ مگر نہیں دیکھتے۔ انجیل کے لغوی معنی بشارت کے ہیں۔ اب کہیں لفظ انجیل آجائے۔ اور وہاں کسی خوشخبری کا تذکرہ ہو۔ تو وہاں لکھ یہ معنی کہے جائیں کہ لوقا وغیرہ کی انجیل تو یہ نہایت ہی غیر موزون ہو گا۔ کیونکہ وہاں عبارت کا سیاق و سباق دیکھ کر بشارت کے معنی ہی لینے ہونگے۔ اسی طرح یہاں عبارت سے اتھرو وید مراد نہیں۔ بلکہ مضمون بتلار ہے کہ اہنسک کے معنی یہاں ہی ماست ہو سکتے ہیں۔

معزز ناظرین! حضرت شیخ موعود کے اعتراض کو بھی آپ نے منا اور اس کا جواب پنڈت لیکھرام نے تجزیہ وغیرہ میں دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اسپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ لیکھرام نے براہین احمدیہ کا جواب کس پایہ کا لکھا ہو گا۔

پہلے نمبر میں ہم نے بتلایا تھا کہ سناتنی اصحاب ویدوں کا لکھم برہما جی کو جو کہ اس منتر میں واپس شدہ تیاقتہ ادھیائے ۲ منتر ۱۸ وغیرہ بتلائے ہیں۔

(ہر دو حوالہ کے واقعی برہما جی ہی لکھم ثابت ہوئے) مگر آریہ صاحبان بر خلاف اسکے اپنے دعویٰ کی تائید میں شری یاسمرتی نہیں پیش کرتے۔

پھر براہین بھاک و چار ویدوں کو سناتنی الہامی مانتے ہیں۔ آریہ صاحبان کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

بھر وید میں ہیں یا چار اس میں بھی اختلاف موجود ہے۔

سب سے اول تو یہ امر ضروری ہے۔ کہ تعداد میں تعین ہو

لہمیں کا تعین ہو۔ جب تک تعین ہی نہ ہوگی۔ لہذا

الہامی ہونے کے متعلق آگے بحث ہی کیا ہو سکتی ہو۔

اتنے اختلافات کو دیکھ کر ایک محقق یہی کہیگا

اذ تعارضاتنا فقط۔ جب دو چیزیں متعارض ہوں

تو وہاں پایہ اعتدال سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ جب

سناتنی اور سماجی ہر دو کے عقائد باہم متعارض ہیں۔ تو

ضرور پایہ اعتبار سے گئے۔

امید ہے کہ آریہ صاحبان ہمارے مندرجہ بالا مطالبات

کا جواب دہوں سے ہی دینگے۔ مگر اس محفل است

اب ہم اس مضمون کا دوسرا پہلو لیتے ہیں۔ جسے جو بیجا

وادل آریہ مبلغ کی طرف سے ویدوں کے الہامی ہونے

کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت کو

معلوم کیا جائے۔ قبل اسکے کہ ہم ان معیاروں کو نقل

کریں۔ اہمادی آریہ صاحبان کی خدمت میں عرض ہی۔

امید ہے کہ سماجی متر اس طرہ اپنی قیود کو ضرور

مبذول فرادینگے۔

لئے آریہ صاحبان اپنے بھی سیارہ اول لینے دلائل

آپ ویدوں کے الہامی ثابت کرنے کے لئے ہمارے

سلسلہ مضامین ہیں۔ کچھ ہی عرصے کی بات ہوتی۔ اگر آپ

یہ معیار وید منتروں سے خاکہ دکھلانے۔ نا اہل علم و

بصیرت بھی ویدوں کے اس مکمل کچھ کر دوائے

بغیر نہ رکھتے۔ بے قیوت خوش کن مگر داحسرتا۔ یہ

باتیں دیدوں میں نہیں

لے آریہ سماجی ماشوا اگر اتنا حوصلہ نہیں کہ ان معیاروں (جو ذیل میں درج ہوئے) کو خود دیدن تروں سے دکھلا سکے۔ تو ان ہمیں کے قلم کا ہی لکھا ہوا کہیں سے دکھلاؤ تاہم معلوم ہو کہ جن کا خود قداما سر تھا۔ انہوں نے ایسے معیار دیدوں سے استنباط کئے ہوں مگر افسوس کہ آریہ صاحبان ایسا بھی کر کے نہیں دکھلائے ابھی اگر ان کے مستنبط معیار معتمدہ سے ناپید ہو گئے ہوں۔ تو اور ہی کسی قدیم رشی منی وغیرہ کے بنائے ہوئے معیار پیش کر دو۔ یہ بھی آپ کی محض خاطر ہے۔ حالانکہ ایسے معیار الہامی کتاب کا فرض ہے کہ پیش کرے۔

ناظرین یہ مستکر از حد حیران ہوں گے۔ کہ قدیم رشی منیوں کے بنائے ہوئے ہی کوئی معیار آریہ صاحبان نہیں پیش کرتے۔ اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ تو لے سماجی مترو از خود ایسے معیار بنالینا اور دنیا بھر کو دعوت دینی کو "وید ہی الہامی بے شک" ہیں۔ کھانا تک یہ فعل درست سمجھا جاسکتا ہے۔ انسانی معیار اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو آگے رکھ کر کسی کتاب کو برکھا جائے۔ فرضی کوئیوں اور خود غرضی مرتب کئے ہوئے معیاروں سے ہرگز کام نہیں چل سکتا اور نہ ہی ان باتوں میں کچھ رکھا ہے۔ دید مقدس کی خوبیاں تو دنیا میں تب ظاہر ہو سکتی ہیں۔ جب وہ خود اپنے اندر دعویٰ اور دلائل رکھتا ہو۔ انسانی نکالت کا محتاج نہ ہونے

مشاک آتت کہ خود ہوید نہ کہ عطار گوید اگر کوئی آریہ کہیںچا تانی اور کیا ایک تاویلوں سے دید میں سے یہ دکھلا سکے کہ "وید الیشور گیان" ہونے کا خود معیار ہے۔ تو ایسے آریہ سماجی کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ اس دعویٰ کے دلائل دیدوں میں سے دکھلا سکے۔ کیونکہ وہ دعویٰ کے کمال لیا۔ تو کوشش کرنے سے لکھ دلائل ہی دید کے کسی کو نے میں سے دکھلا کر دکھلا سکتا ہے۔ نہیں تو یہ امر وید کی فضیلت کا روبرو کیا نہ ہوئے۔ نہ ہوں۔ مگر دعویٰ کے اثبات میں

دلیل موجود نہیں

ایک شخص شاہراہ پر کھڑا ہو کر دعویٰ سے کہو کہ میں ایم۔ اے ہوں۔ تو کیا راہ گزر کے دعویٰ کو سن کر قبول کر سکتے ہیں؟ تاوقتیکہ وہ دلائل نہ دے سندن دکھلائے۔

جب ایسا کرنے (سند دکھلانے سے) سے وہ شخص ماری ہے۔ تو لوگ اس کو پاگل سمجھ کر تگے قدم بڑھائیگے۔ وہ لاکھ سربٹیکے۔ اس کی طرف ہرگز کوئی بھی التفات نہ کریگا۔

اگر آریہ صاحبان بھی دیدوں میں سے دعویٰ اور دلائل نہ دکھلائیگے۔ اور خود ساختہ معیاروں کی کام نکالنا چاہئیگے۔ تو ان کا حشر اس فرضی ایم۔ اے کی طرح ہوگا۔ پس اے آریہ صاحبان۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ دیدوں کی عزت دنیا میں قائم رہے تو آپ بردار جبیکے۔ کہ اول وید سے دعویٰ الہامی ہیں دکھلائیں۔ بعد اسکے اس دعویٰ کے دلائل بھی پیش کریں۔

مگر ہم آواز بلند لکھا کہ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی کتاب دنیا میں موجود ہے۔ جو دعویٰ اور دلائل خود بیان کرے۔ تو وہ قرآن شریف ہی ہے۔ اگر اس قول کے صحیح ہونے کا امتحان کسی نے کرنا ہو۔ تو وہ دیکھے۔ براہین احمدیہ ہر جہاں حصہ اب اگر آریہ صاحبان دیدوں یا قدیم رشی منیوں کی تصنیفات سے دیدوں کے الہامی ہونے کے متعلق کوئی معیار نہیں دکھلا سکتے۔ تو یہ ان کی سراسر کمزوری دلا جاری کا ثبوت ہے۔

معزز ناظرین! اب ہم ان معیاروں کو لیتے ہیں۔ جو آریوں کے طبع زاد ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ یہ معیار عقلی طور پر بھی صحیح سمجھے جاسکتے ہیں یا نہیں اور پھر وید بھی ان پر پورے اترتے ہیں یا نہیں؟ سب سے اول ہم اپنی آریہ سلج کی کرتی سے ایسے معیار ڈھونڈتے ہیں۔ جو انہوں نے الہامی کتاب کے صحیح ہونے کے لئے ٹھہرا رکھے ہوں۔ اس کے بعد دیکھو الہامی معیار بھی نقل کر کے محاک پر آئیں گے

معیار دیانندی مساوی ۲ - سماجی دیانند تیار تھ پرکش مد ۲۳۵ پر لکھتے ہیں :-

جس طرح الیشور پاک تمام علوم کا جاننے والا ہے۔ صفات فعل اور فطرت رکھنے والا عادل و رحیم وغیرہ صفات سے موصوف ہے۔ اسی طرح سے جس کتاب میں الیشور کے صفات فعل اور فطرت کے مطابق بیان ہو وہ الیشور کی بنائی ہوئی ہے اور نہیں۔۔۔۔۔ نیز جس کتاب میں سلسلہ کائنات وغیرہ کا ثبوت نیک اور پاکیزہ منش لوگوں کے چال چلن کے خلاف بیان نہ ہو وہ الیشور کا کلام ہے۔

واقعی جو شرائط سماجی جی نے الہامی کتاب کے لئے مقرر کی ہیں۔ نہایت ہی موزوں و صحیح ہیں۔ اور ہمارا ان پر صاف ہے۔ مگر کیا ان شرائط پر وید پورے اترتیگے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔ یہ بتانا ہمارا فرض ہے۔ دیکھئے۔ اس محول بالا عبارت سے دو باتوں کا پتہ چلا :-

اول۔ وہ کتاب فعل اور فطرت کے مطابق صفات خداوندی کا اظہار کرے۔

(دوم) انسانی پاکیزگی کے خلاف اس میں کوئی تعلیم نہ ہو۔ جب ویدوں کی تعلیم کی طرف توجہ جاتی ہے تو وید ان شرائط کے عین خلاف تعلیم دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اول تو صفات خداوندی جو فعل اور فطرت کے مطابق ہوں۔ ان کو تاسخ ہی پرچ دین سے اڑا رہا ہے۔ اسی طرح قدامت باد و روح :-

ان ہر دو عقائد کی جو کتاب تعلیم دیگی۔ کسی اس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس کے صفات کا اظہار دنیا میں کر سکے۔ بلکہ ایسے عقائد کی معلم کتاب اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار کرنے سے ہی محض قاصر ہوگی نہ تاسخ ایک ایسا عقیدہ ہے۔ جسکی رو سے اللہ تعالیٰ کو اس کے مختار نہ کاموں اور اعلیٰ قدرتوں سے اور اختیار سے تصرفات اور ذاتی طاقتوں اور ذاتی قوتوں سے بالکل ایک مکمل و یکبارہ عاجز و لاچار تصور کر لیا جائے اس طرح سمجھنے سے ہی مسئلہ تاسخ قائم رہ سکتا ہے

کیونکہ تاسخ کی رو سے تمام کائنات عالم کا دار و مدار
انسانی افعال پر ہے اس میں ایشور کے کسی ارادہ یا اختیار
کا دخل نہیں۔ جتنی بھی اشیاء ہمارے مشاہدہ میں
آتی ہیں۔ سب انسان کے پچھلے کرموں کا نتیجہ ہے
خدا کی صفت رحمانیت کا کیا ذکر۔ عقیدہ تاسخ کی رو
سے ایسا زمانہ ممکن ہے کہ تمام جاندار نیک اعمال بجا لاکر
معصومیت کے رنگ میں رنگین نظر آئیں۔ اور ان سے
کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ تو ایسا ہو جانے پر اگر دیکھ ہم
کے پیش کردہ ایشور کا ارادہ ہو کہ گھاس کا ایک تنکا
ای ہی بناؤں تو وہ گڑبڑ کا مایاب نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ اس کے
قبضہ میں کوئی گنہگار روح ہی نہیں رہی۔ جو نباتات
جستے۔ پس دیدوں کے پیش کردہ ایشور کی کمزوری و
لاچارگی اسی ایک عقیدہ سے ہویدا روشن ہو رہی ہے
اسی طرح قدامت روح مادہ کو مان کر خدا تعالیٰ کو ان کا
محتاج سمجھنا بڑے ہے۔ کیونکہ اگر ازل سے روح اور وہ
کا وجود نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ کا حقدار نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ
خود تو اتنی قدرت و توانائی بقول آریہ صاحبان اپنے
اند میں پاتا کہ کوئی چیز بغیر انی ارادہ کے خلق کر سکے۔
روح اور مادہ و تاسخ کی تفسیل ہی خدائی کارخانہ چل رہی
ہے۔ یہ نہیں تو عقود باللہ خدا کی خدائی بھی معرض خطر
میں پڑ جائے۔

محرز ناظرین! انصاف کی نگاہ سے دیکھ کر بتلائیں
کہ سماوی جہی کی الہامی کتاب کے لئے یہ شرط کہ وہ فعل
اور فطر کے مطابق صفات خداوندی کا اظہار کرے
کہاں تک اسپر وید پورے آتے دیکھتے ہیں۔

دوسرا معیار :- انسانی پاکیزگی کے خلاف اس
میں کوئی بات نہ ہو۔ ہم اسپر زیادہ کہنا بند نہیں
گئے۔ صرف یہاں یہ بتلانے کے لئے کہ دیدوں میں
ان کے خلاف تعلیم ہے۔ مسئلہ نیوگ کی طرف اشارہ
کئے دیتے ہیں۔ حق پسند اور غیور طبائع خود متبرہ اقتد
کر لیں کہ کہاں تک وید اس معیار پر نیوگ کی تعلیم
کئے ہوئے ہوئے پورے آتے دیکھتے ہیں۔ پس ہر دو
شرائط کی رو سے جو خود سماوی جہی نے پیش کی تھیں
عقلا و نقل و وید الہامی ثابت نہ ہو سکے۔ انشا اللہ

باقی معیار بھی اگلے نمبروں میں نقل کر کے ان کی
اصل حقیقت کو بے نقاب کر کے دکھلایا جائیگا

ایکے احمدی کے سوالات کے جوابات

نمبر ۴

گذشتہ سے پوچھتے

یہ جوابات مکرملوی محمد عبد اللہ صاحب کن جبینی
ضلع لاہور نے رقم فرمائے۔ ایڈیٹر

سوال ۸۔ انت اسی الہی علی۔ تو میرا رب
بڑا نام ہے۔ اربعین ۳۲ منبر ۳۲

جواب۔ مقدمہ ۱۔ اللہ تعالیٰ کا اللہ اسم فانی
ہے۔ اور باقی صفاتی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
قل هو اللہ احد اللہ الصمد لہ ولد ولہ ید ولد
لہ یمکن لہ کفو احدہ تو ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ دے تمام کائنات کا حقیقی مالک خالق وہ اللہ ہی جو
جو اپنی ذات و صفات میں بجا و یگانہ قلم ہے۔ اور وہی
اللہ جامع جمع صفات ہے۔ جو رب کے پردہ ہے
کسی ایک کا محتاج نہیں۔ کیونکہ محتاج ہونے کی یہ اس
کوئی صفت نہیں نہ وہ کسی سے جانا۔ اور اس سے

کوئی جانا گیا۔ اور اس کی کفویں سے کوئی ہے۔ جو اس کو
محتاج دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو محتاج مانا جاوے۔ اس
سورہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی کی تشریح ہے
اور اسماء صفاتی کی نسبت اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوه بھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ
کے صفاتی نام بھی ہیں۔ سو تم اس کو اپنی ہر حاجت کے
موافق اس کے صفاتی ناموں کے ساتھ پکارا کرو۔ جیسے
یا رب یا رحمن یا رحیم یا مالک یا خالق یا رازق یا ملک
یا قهار یا شافی یا کافی یا صبحی یا ممیت وغیرہ

مقدمہ ۲۔ احمد اور توفیق مخلوق کی طرف سے
غیر محدود اور لا انتہا زمانہ تک۔ جی جاتی ہے۔ اگر یہ احمد
مخلوق کی طرف سے خالق کی ہوتو مخلوق یا حامد ہوگی
یا احمد۔ اور خالق محمود ہوگا یا احمد۔ اور لگ خالق کی طرف

سے مخلوق کی ہو۔ تو خالق احمد اور مخلوق محمد ہوگی
مقدمہ ۳۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب الشہادہ ہے
وہ قبل از مخلوق علم ماکان اور مایکون کا جانتا تھا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے پہلے ہی
روز اول میں ان کی خدمات و وفائی اللہ کے حالات کو
معلوم کر کے آپ کا نام آسمان پر محمد رکھ دیا تھا۔ یعنی
جمع صفات کا نام محمد رکھا گیا۔ اور تعریف کرنا والا آپ
کا آسمان پر اولاد و بالذات اللہ ہی تھا۔ اس لئے وہ احمد
ہوا یعنی بہت توفیق کرنا والا۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا وجود دنیا میں ظہور پذیر ہوا۔ اور اپنا
نام منجانب اللہ الہام کیا ہوا تو جسٹ اللہ تعالیٰ کی
تعریف میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ اس حمد میں فنا ہی
ہو گئے۔ اور اپنی کسر نفسی اور قصور بہت ہی کا عذر کر کے فرمایا
لا احصی ثناء اعلیٰ انت لکما انتنیت علی فساد
یا اللہ میں تیری حمد اور ثناء جیسا کہ تو نے اپنی ذات پر اپنی
حمد خود ہی کی ہے۔ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تو غیر محدود اور
محدود ہوں۔ اس کا نام فنا نظری ہے۔ اس لئے آپ کا بھی
نام آسمان میں احمد رکھا گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم احمد ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ محمد یعنی توفیق کرنا والا
اور توفیق کیا گیا۔ بعد تمہید ہر سہ خدمات کے رخص ہو کر
حضرت مسیح موعود کا نام الہیات میں منجانب اللہ احمد
کر کے پکارا گیا ہے۔ اور وہ پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہو کر اپنی ہستی کو فنا کر چکے تھے
اور خدائی الرسول کے درجہ پر پہنچ گئے ہوئے تھے
جس پر آپ کا وجود آنحضرت صلی اللہ کا وجود فنا نظری
کی حالت میں ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
صفات کا منظر قرار دیا گیا۔ اس لئے آسمان پر آپ کا نام محمد احمد
مشہور ہو گیا۔ پھر خدائی الرسول کے مرتبہ سے ترقی کر کے
اللہ تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کر ایسے اپنی ہستی کو فنا کیا۔ کہ وہ
ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا منظر بن گیا۔ اس وقت
حضرت مسیح موعود احمد ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ محمد۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے یہی اپنی آسمان پر توفیق کی۔ اور بہت
توفیق کی۔ جس سے اللہ تعالیٰ احمد بن گئے۔ اور مسیح موعود
محمد۔ اسی لئے الہیات میں حضرت مسیح موعود کو محمد کہہ

بھی بکھڑا گیا ہے۔ اور احم بھی۔ جس سے آپ فرمانے

۱۔ ستم سچ زمانہ ستم کلیم خدا، ستم محمد واحد کج مجتبیٰ باندہ
چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام صفاتی احمد ہی ہے۔ اور محمد بھی
اس لئے آپ کو الہام میں محمد۔ احمد پکار کر کہنے سے انت
اسی الہامی کہنا صحیح ہو گیا۔ نیز چونکہ آپ بعض صفات
الہیہ کے منظر میں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جس طرح قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
انک بالاناس لودف رحیم فرمایا گیا۔ ویسا ہی الہام
میں آپ کو بھی۔ نیز الہامات میں ملہم من اللہ کا کوئی
انتہا نہیں ہوتا۔ پس سچ موعود محمد احمد رؤف رحیم
ہو کر انت اسی الہامی کے مصداق ہو گئے۔ پھر آپ کے
الہام پر اعتراض کرنا اللہ تعالیٰ ہی پر اعتراض کرنا
ہے۔ نیز اس الہام کے اور معنی بھی ہو سکتے ہیں
یعنی انت اسی الہامی تو میرے نام کو بہت بلند کرنے
والا ہے۔ علی یعلو جیداکہ لازمی یا ہے۔ معنی
بھی ہے۔ کیونکہ باب لازمی کا مجھول اور مقبول نہیں
آتا۔ لیکن اس کا مجھول آجاتا ہے۔ جیسے الحق یعلو
لا یعلیٰ۔ پس ہاں معنی کرنے میں کسی معترض کو اعتراض
کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ قتال ۵

سوال ۹۔ انت من ملنا وھم من فضل
تو ہمارے پانی سے ہے۔ اور دوسرے لوگ خشکی
سے اربعین ۳ صفحہ ۳۴ یہ الہام صفحہ ۳۴ پر ہے
اور ترجمہ صفحہ ۳۵ پر۔ یہ الہام بھی از قبیل مجازات
استعارات ہے۔ اس کو ظاہر پر حمل کرنا مشابہات پر
عمل کرنا ہے۔ جو موجب فتنہ اور باعث کجروی ہے
ہاں تاویل صحیح اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم میں
الہام و وحی الہی کو بارش کے پانی سے تشبیہ دیکھی ہے
لہذا سلسلہ روحانی کو سلسلہ جسمانی کے مشابہ کیا گیا ہے
جس طرح بارش سے زمین زندہ ہو کر سرسبز ہو جاتی ہے
اسی طرح آپ وحی و الہام سے ملہم کا دل زندہ ہو جاتا
ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس قسم کی آیات قرآنیہ کو
کتاب براہین احمدیہ میں کجا جمع کیا ہے۔ من اداد اللہ
فلنظربھا۔

علامہ برائے یام برہمیا سے کہ تمام انبیاء
کا (روحانی ہوں یا جسمانی) سب کا مالک اللہ تعالیٰ
ہی ہے۔ اور اسی کی طرف سب کی نسبت ہے۔
پس روحانی و جسمانی پانی اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ پھر
اگر اللہ نالے فرمادے۔ کہ یہ سب زمین کی ہمارے
پانی سے ہے۔ اور اس ملہم کا دل ہمارے پانی سے زندہ
ہوؤ۔ تو پھر ایسے استعارات الہامیہ خدا تعالیٰ کی طرف
سے کیوں نہ جائز ہوں۔ تو ہمارے پانی سے ہے۔ اور
وہ لوگ خشکی سے۔ یعنی تو ہمارے پانی الہام سے
پرورش پا رہا ہے۔ اور وہ لوگ خشک عقل پر جلو
ہیں۔ تبارک اس الہام پر کیا اعتراض ہے۔ واقعی ملہم
من اللہ کو الہام الہی کا پانی روزمرہ ملتا رہتا ہے جس
سے اس کی کہنتی ایمان و عرفان سرسبز ہوتی رہتی ہے
اور دوسرے لوگ جو اپنی عقول کے دلدادہ ہیں جنہر
روحانی پانی نہیں گرتا۔ خشک زراعت کی طرح ہیں پھر
اس الہام پر اعتراض کرنا قلت تدبر سے ناشی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہدایت کا نصیب فرمادے۔ اور آتش تعصیب
حد کو ٹھنڈا فرمادے۔ آمین یا رب العالمین۔

نہ لے میرے پیارے یکشف و الہام سارے
آیات قرآنی کے مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ موافق و مطابق
ہیں۔ جیسا کہ ہر ایک سوال کے جواب میں یہ بحث بے شک
گئے ہیں۔ آپ کو چاہئے۔ کہ کتاب فتوح الغیب و
تذکرۃ الاولیاء کا بہت مطالعہ رکھا کریں ۵ فقط
والسلام علی من اتبع الهدی۔ و آخر دعوانا ان الحمد
لہ رب العالمین

پیٹال میں

ورود مسعود۔ حضرت محمود

مفضل ذیل نظم قاضی اکمل صاحب نے جماعت پٹنہ کی
طرف سے بھیجی ہے۔
میلہ کہ ہو کہ محمود زمن آیا ہے پٹنہ

خلافت کی مدد و دش جیہ پر ناز سودا

محمد دیکھنے کا شوق تھا احمد میں کجا ہر

اب احمد دیکھنے والا اسے محمود میں پلے

مبارک ہو کہ موعود خدا خود چل گھر آیا

نگاہ شوق گر ملے دل خیدا قدم جانے

عیاں ہے سورہ وائس کی تفسیر چہرے

سوا ذلت میں دالیل کے معنی ہیں پڑھو

بجہ کچھ شیرہ چشموں کے رہنے قدر دیکھا

کہ اصحاب بصیرت ہوئے ہیں اسکو متوالے

کسی چابی سے کھلنے میں نہیں آتے نہیں

آہی ان دلوں کو کھول کیسے لگ گئے تالے

وہ شرح صدر سے ایمان لائیں پاک اچھر

بشیر احمد شریف احمد میں جگو گیسوں دالے

میں وقت نے اسلام کو پھر زندہ فرمایا

نہیں تو پڑے تھے ہم کو اپنی جان لالے

ترقی ہر طرح کی ہے اسی دامن سے وابستہ

یہیں دین سچا ہے یہیں آکے دنیا لے

صحابہ نے جو پایا جمنے بھی واللہ پایا ہے

جیسے کچھ شک ہو وہ بھی مانکر انعام سب پایا

دعا کر بارگاہ کبریا میں اکیسویں آقا

کہ پھیلے احمدی مذہب ہمارا خوب پٹنہ

تقدیق تجھ پر جانیں احمدی قدام کی ہر دلی

مرکز ہمارے ہادی میرا قادیان دلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقۃ الصوم

یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ صداقت کے دشمن اور اس کے استیصال کی تدابیر سوچنے والے ابتدا ہی سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان دشمنوں کا پیدا ہو جانا ہی اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ یہ حق ہے۔ اسلام بھی ایک زبردست اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا کے لئے دیک ہی سچا دین تھا۔ اس لئے فریاد تھا کہ اس کے دشمن بھی دیگر صداقتوں کے دشمنوں سے بہت زبردست ہوں۔ یوں تو اس کے دشمن اور اس کی سچ کنی کی تدابیر سوچنے والے اس کے پیدا ہوتے ہی پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن اس زمانے میں جبکہ اذالہ صحت نشرت کی پیشگوئی ظہور پذیر ہوئی اور بھی ترقی کر گئے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ لیظہرہ علی الدین کلمہ کو پورا کر کے اچھی طرح سے روزہ و رخص کی طرح دشمنوں پر ثابت کر دیا کہ اسلام کے سامنے کوئی دین باطل اپنی امن تانی سے نہیں ٹھہر سکتا۔ تاہم دشمنوں نے باوجود زک پر زک اٹھانے کے اسلام پر اعتراض کرنا اپنا فرض ادلیس قرار دیا۔ چنانچہ ان اعتراضوں سے جو کہ اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے روزہ کو انسان پر فرض کر کے اسکو محض دکھ اور تکلیف کا نشانہ بنایا ہے۔ بھلا بھوکے یا پیاسے رہنے سے خدا مل جاتا ہے کیا خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو بھوکے پیاسے دیکھ کر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ یہ اعتراض ان کا بوجہ کم فہمی کے ہے۔ اگر وہ ذرا بھی غور و فکر سے غصہ کی ٹی آنکھوں سے آثار کر دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ ردعائیت میں ترقی کرنے اور خدا سے ملنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی سیدھا راستہ ہے۔ چنانچہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ انسان روزہ رکھ کر کس طرح خدا سے مل سکتا ہے۔ اور اسکی معرفت نامہ حاصل کرتا ہے۔

مذہبی دنیا کی پڑتال کرو اور تاریخوں کی ورق گردانی کرو اور فلسفیوں اور منطقوں کی کتابوں کو پڑھ جاؤ۔ کہیں نہیں دیکھو گے کہ کسی مذہب اور فلاسفر نے نفس انسانی کے حقوق انسان پر رکھے ہوں بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان کو اپنے نفس پر ختم کیا ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی بڑا سکوک اس کے ساتھ کیوں نہ کرے اس کے لئے مباح ہے۔ اور کسی کو اختیار نہیں کہ اس سے باز پرس کرے۔ چنانچہ ہندوستان میں اپنے قانونوں کے ساتھ بیویوں کا جملہ خاک ہو جانا۔ اور عربوں اور ہندوستان اور دیگر ممالک میں زنج لڑکیوں کو زمین میں گاڑ دینا یونانیوں کا اند ہے اور اپنا بیچ بچوں کو جان سے مار ڈالنا۔ اس بات کی کافی دلیل ہے کہ ان کا بھی اعتقاد تھا کہ انسان کو اپنے نفس پر اختیار ملی ہے۔ کسی کا اپنے آپ کو قتل کر دینا یا سخت مشکلات اور بلاکتوں میں ڈال دینا ایک اعلیٰ درجہ کی بہادری سمجھی جاتی تھی۔ پس دنیا میں پہلا مذہب اور حقیقی فلسفہ سکھانیوالا فلاسفر اسلام ہی ہے۔ جس نے کہ لا تلحقوا بالیدیکم الی التملک کا جالفر اخرہ لگا کر لوگوں کو سکھایا کہ تمہارے نفس کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ اس کو مت ضلّع کرو۔ پس اپنے نفسوں کے حقوق کو پورا کرنا بھی اسلامی اغراض میں سے ایک غرض ہے۔ اور پھر نبی کریم کو مخاطب کر کے فرمایا ان لنفسک علیک حق تیرے نفس کے بھی حق پر حقوق ہیں۔ ان کو بھی پورا کرو۔ پس جب دنیا میں حقوق النفس قائم کرنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ تو ہم کیونکر مان لیں کہ روزہ خدا تعالیٰ نے تعذیب جسمانی کے طور پر انسان پر فرض کیا۔ کیونکہ حقوق النفس سے ایک یہ بھی ہے کہ جسم کو بے فائدہ تکلیف نہ دی جائے۔

دلیل ثانی اس سے پہلی غرض خدا تعالیٰ کی یہ تھی کہ اسلام کو دنیا کے کوفوں تک پہنچائے۔ اور اس کی خوشگوار اور دلوں کو خدا تعالیٰ کی محبت میں متوالے کرنے والی تعلیم کو دنیا کے

ہر حقہ میں پہنچائے۔ یہ دس لئے کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ پس خدا تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت اور روحانیت میں درجہ تک پہنچانیوالی تعلیم صرف اسلام ہی تھی۔ جس کو اس نے مسلمانوں پر نازل کر کے تمام نعمت کیا اور پھر ان کے لئے اسلام کو چنا۔ اور اس کو پسند کیا پس خدا تعالیٰ کا یہ انعام مسلمانوں کے لئے مخصوص کر لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بھی مسرت مرعوب ہے۔ پس جب وہ ایسی مرغوب (اور جس میں ہر طرح نوع انسانی کا ہی فائدہ ہوتا ہو) بات بھی لوگوں کو زبردستی منوانے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ صاف کہتا ہے کہ لا اکواہ فی الدین (دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جسکا دل چاہے مانے جسکا دل چاہے نہ مانے) کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے روزے کو وبال جان بنا کر غرض کیا ہو۔ بلکہ وہ صاف فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی خدا تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کو دکھ اور تکلیف میں ڈالا جائے۔ بلکہ چاہتا ہے کہ انسان خوشحالی اور فراخی کی زندگی بسر کرے۔ پس ایک طرف یہ اعتراض اور دوسری طرف یہ کیت یہ کہ موند کر کے دیکھ لو کہ کسکا پلہ بہاری رہتا ہے۔ لیکن اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اگر تعذیب جسمانی نہیں تو اس کے فرض کرنا کی غرض اور نعت پوشیدہ ہے۔ سو اس کا جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اس آیت شریفہ میں خدا تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ روزہ کی غرض کو لعلکم تتقون کے لفظوں سے ادا کیا ہے۔ اور اصل انسانی غرض سوائے اتقار اور کوئی نہیں ہے کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ باسانی مل سکتا ہے۔ متقیوں کے لئے جو نعمتیں اور انعام خدا تعالیٰ کی طرف سے

مقرر ہیں۔ ان کو میں اپنے اس علم سے ادا نہیں کر سکتا۔ دوسری غرض بتانی کہ شکر اللہ علی ما ھدٰ مکملکم تشکرون اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت دی ہے۔ اسکی وجہ سے اسکی بڑائی بیان کرنا اور شکر گزاری کرنا یہ دو غرضیں استقامت یہاں فرمائی ہیں۔ اب مقصود یہ ہے۔ کہ یہ غرضیں روزے سے کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔

پہلی بات جس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے اثرات ایسے ہیں جو ہر حال میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایک کر کے دیکھ لو کہ اتنا تک یہ تقویٰ تک پہنچاتا ہے۔ مثلاً جو شخص اپنے پر جو چیز اس کے لئے حلال اور طیب ہے کچھ مدت کے لئے حرام کہ لیتا ہے۔ تو وہ دوسروں کا مال دغا اور فریب سے کیسے کھا سکتا ہے۔ جب اس کی اپنی بیوی اس کے لئے سباح نہیں ہے۔ تو وہ زنا کا مرتکب کیوں ہوگا جب وہ خود جھوٹ سے بچے گا۔ تو کیوں کر ممکن ہے کہ وہ دوسروں کو اسکی تعلیم دے۔ جب وہ خود رہی کو اپنا شیعہ بنائیگا۔ تو وہ کیوں نہ دوسروں کو سچ سکھانے میں سعی کریگا۔ جب وہ اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیںگا تو وہ کیوں نہ عن اللغو مع رضوان کی صفت سے مستصف ہوگا۔ دوسرے اس سے اپنے جوارح پر قابو حاصل کر لینا موقع حاصل ہوتا ہے۔ جو ضروری ہے کہ ہونٹوں کو یہ حاصل ہو تاکہ وہ تقویٰ کی راہ پاویں۔ کیونکہ جس شخص کو اپنے پاؤں پر قابو نہیں وہ خدا کے راستے میں چل کر نہیں جاسکتا۔ اور جس کو اپنی زبان پر قابو نہیں وہ خدا کے احکام کی تبلیغ دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور جس کے ہاتھ اس کے قبضہ میں نہیں وہ کیونکر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دست سخاوت اٹھائیگا۔ اور اسی طرح جسکی آنکھ اس کے قبضہ میں نہیں وہ بد نظری سے نہیں بچ سکتا۔ اور جسے اپنے دل پر غلبہ حاصل نہیں وہ اس کو خدا تعالیٰ کی یاد میں کیسے لگا سکتا ہے۔ پس اپنے جوارح پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ

روزہ رکھیں تاکہ خدا سے مکالمہ کا شرف حاصل ہو اور اس سے وہ لوگ مشرف ہوتے ہیں۔ جو متقی اور پارسا ہوں۔ پس انسان کا اپنے جوارح پر قابو حاصل کر لینا گویا دروازہ اتفاق کی چابی کا ہاتھ لگ جانا ہے اور اس کے حاصل کر لینا بہترین ذریعہ سوئے روزہ ہے اور کوئی نہیں ہے۔

مذہب کی اصل غرض دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو خدا تعالیٰ کی معرفت نامہ حاصل کرنا۔ دوسرے مخلوق خدا سے ہمدردی اور سلوک کرنا۔ پس یہ دونوں غرضیں روزہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ مجلسی اور گھبراہٹ کی حالت میں انسان کو بہ نسبت تو نگری اور اطمینان کی حالت کے زیادہ خوبی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی یاد کا موقع ملتا ہے۔ کیونکہ انسان جبکہ دیکھتا ہے کہ نہ اس کے پاس زر ہے نہ زور اور نہ اس کا کوئی ساتھی نہ ہمدردی اور نہ ہی کوئی اس کی حالت کے متعلق پوچھنے والا۔ تو وہ یقیناً خدا کی ہی طرف ہل ہوگا۔ اور اس کو یاد کریگا۔ کیونکہ انسان کی فطرت یہی ہے کہ وہ گھبراہٹ اور تشویش کی حالت میں خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔ اسی نقشہ کو خدا تعالیٰ نے کشتی کی مثال دیکر سمجھایا ہے۔ کہ جب تم کشتی میں ہوئے ہو۔ تو خدا کی بہت یاد کرتے ہو۔ یعنی مصائب کے وقت ہی خدا یاد آتا ہے۔ لیکن حالت تو نگری میں انسان جانتا ہے۔ کہ اس کے پاس مال و دولت سب کچھ ہے۔ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے دماغ میں تلک کا ایک ایسا لفظ سما جاتا ہے۔ کہ انا بحکم الہی لا افس۔ کہنے سے بھی ذرا نہیں کرتا۔ اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے مثال مذکور میں اشارہ کیا کہ جب کشتی سے پار ہو جائے تو ایسے ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے کبھی مصیبت کو دیکھا ہی نہیں اور خدا تعالیٰ کو ایک لخت بھول جاتے ہیں یعنی مصائب سے جب فراخی اور کشائش میں ہوتے ہیں تو خدا کو بھول جاتے ہیں اس وقت میرا مقصد دو لہجوں کی جو کرنا نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے

کہ گھبراہٹ اور غفلت کی حالت میں خدا کی یاد کا موقع ملتا ہے۔ پس روزے میں بھوکے پیاسے رہنا۔ اور دیگر جسمانی تکالیف کو برداشت کرنا جس سے اس مذہب کی غرض تک پہنچاتا ہے۔ اس کا ذکر اور پوچھنا ہے۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم روزہ رکھیں تاکہ ہمیں اس پاک غرض اسلام کے پورا کرنے کی توفیق ملے۔ جو کہ ہر انسان کی اور تقویٰ سے بھرپور ہے۔ دوسری غرض میں نے بتائی ہے کہ خالق خدا سے ہمدردی کرنا سو وہ بھی روزہ سے اکمل اور اتم طور پر پوری ہوتی ہے یہ ایک بالکل سچا اور آزمودہ قول ہے۔ کہ ہر ایک چیز کی قدر اس کی قدر سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً صحت کی قدر اسی وقت ہوگی جبکہ بیماری میں مبتلا ہوں۔ اسی طرح مال و دولت کی قدر تب معلوم ہوگی جبکہ اس پر غفلت اور قلاشی کا دور بھی چلے۔ اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی تب ہی قدر و منزلت معلوم ہوگی جبکہ اس کی نعمتوں سے محروم کر کے غضب الہی کا نشانہ بنایا جائے۔ پس لعلم تشکرون کی غرض اسی وقت حاصل ہوگی۔ جبکہ بھوک اور پیاس کی تکلیف کو بھی برداشت کرے تاکہ اس بھوک اور پیاس کو دیکھ کر اسکو اپنی سیری کا زمانہ یاد آئے۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے۔ اور اسکی بڑائی بیان کرے۔ اور دعا میں مانگے۔ پس انسان کی شکر گزاری کی عادت صرف روزہ ہی سے ہو سکتی ہے دوسرے جب وہ بھوک اور پیاس کی شدت اور سختی کو محسوس کریگا تو اسکو فوراً اپنے دوسرے بھوکے بھائی یاد آجائینگے۔ اور تحریک ہوگی کہ وہ اپنے کمزور بھائیوں کی مدد کرے۔ اور حتی المقدور ان سے اچھا سلوک کر لینی کو شمش کرے۔ کیونکہ وہ سختی اور تکلیف کو خود محسوس کرتا ہے۔ اور اسکا محسوس کرنا ہی نیکی اور مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی کر لینا جو جب ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ اگر وہ خود روزہ نہ رکھے اور اپنے پر یہ موت نہ وارد کرے۔ تو ہرگز نہیں جان سکتا کہ اس کے دوسرے غریب بھائیوں پر کیا گذری ہے پس مخلوق خدا ہمدردی کر لینا اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے۔ کہ وہ

ہے۔ پس جب کہ دیکھو تو اسے پہچان لو کہ وہ دنیا
قامت سرخی سفیدی ملا ہوا رنگ زرد رنگ کے
کپڑے پہنے ہوئے۔ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا
ہوگا۔ گو سر پر پانی نہ ہی ٹالا ہو۔ اور وہ صلیب کو
توڑیگا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا۔ اور جزیہ ترک کر دیگا
وغیرہ وغیرہ۔

اب مولوی صاحب سہ ماہیوں کہ حضرت بنی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبوت کا اجرا جائز رکھا
ہے یا نہیں اس حدیث کے بعد مولوی صاحب
کو کوئی جائز فرار نہیں ہاں اگر احادیث ترک
کر کے جیسے ابن مریم بنی اسرائیل کو زندہ سمجھیں اور
اسی کا نزول یقین کر لیں۔ تو شاید ذرا دم لے سکیں
مگر بھی بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ مولوی صاحب
تو اکیلی حدیث مانگتے تھے۔ میں نے علاوہ ان حدیث
قرآن مجید کے تین چار حدیثیں صحیح پیش کر دی ہیں
اب مانتا نہ مانتا آپ کے اختیار میں ہے۔

(۲) اب میں جو فیقہ تھاالی یہ بیان کر دینا کہ حضرت
اندس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات
میں مجددوں محدثوں سے بڑھ کر کسی قربت کا ذکر فرمایا
سوا ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی ص ۲۸۷ مگر جس کامل انسان
پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اسکی نظر محدود نہ تھی۔

اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اس کو
ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں
کہ آئینہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں لیگا۔ بلکہ
ان معنوں سے (ہجگہ حضرت صاحب خاتم الانبیاء
کے صحیح معنی بیان فرماتے ہیں۔ ناقل) کہ وہ صاحب
خاتم ہے۔ بجز اسکی مہر کے کوئی فیض دینا کو نہیں
پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے الذین بعدہ تک
مسکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا مدد و امت شریف ہوگا بلکہ
مسکالمہ مخاطبہ الہیہ بھی ایک ماتمہ روزی ہے۔ جو کہ
قیامت تک اسے سطوں سے نیار کی مہر سے حاصل
ہوگی ناقل (۱) ان سوا نے اتقانی بنی صاحب خاتم
نہیں۔ ایک دہی ٹپک ایسے سے ایسی نبوت دیتے
دوسری قسم نبوت (ناقل) بھی (یہ لفظ بھی

فرماتا ہے۔ لو کان من عند غیر اللہ لو جلد
فید اختلافا لکثرا۔ کیا دنیا میں جسد تصانیف
ہیں۔ انہیں اختلاف محالات سے ہے۔ (ان حوائج
کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مولوی محمد علی صاحب
نے جو جرنالہ میں لو عاش ابراہیم لکان حدیث
بنیاد پر اس کی نحوی توجیہ یہ فرمائی تھی کہ جہاں
لو آیا کرتا ہے۔ شرط اور جزا دونوں محالات سے
ہوتے ہیں۔ یعنی جیسا صاحب جرنالہ ابراہیم کا زندہ
رہنا محال تھا ویسا ہی رسول اللہ صلعم کے بعد
بنی کا ہونا محالات سے ہے۔ اس کے بعد گزشتہ
ہے کہ اگر لابی بعدی کا وہی مطلب ہوتا جو صاحب
مولوی صاحب نے سمجھا ہے تو ام المؤمنین حضرت
عالیہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا۔ کیوں اس امر پر زور
دیتیں۔ کہ لا تقولوا لابی بعدی و قولوا خاتم
النبیین۔ آپ نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت خاتم النبیین کا مطلب خوب حل کیا ہوا
تھا۔ کہ اس کے یہ سخی نہیں جو لابی بعدی
سے مترشح ہو سکتے ہیں۔ کہ میرے بعد کسی قسم کا بنی
نہیں ہو سکتا نہ تشریفی نہ غیر تشریفی۔ علاوہ بریں
آئیوں سے عیسے ابن مریم کو جو حضور علیہ السلام نے
بنی اللہ فرمایا ہے۔ تو یہ بھی لابی بعدی کے
اس مفہوم کے بالکل برخلاف ہے۔ جو مولوی محمد علی
صاحب بیان کرتے ہیں۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک جگہ تو آئیوں الے عیسے ابن مریم
کو بنی اللہ فرمایا ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ کہ
الانبیاء اخوانی العللۃ الصماتم شتی
و دینکم واحد ولا فی اولی الناس لعیسی
ابن مریم لانه لم یکن بینی و بدینہ بنی و انما زلی
فاذا را یتقوہ فاعرفہ رجل مویج الی الحجۃ واللبا
... الی اخرہ یعنی انبیاء علاقائی صحابیوں کی طرح
ہوتے ہیں۔ ان کا میں تو مختلف ہوتی ہیں۔ اور
دین ایک ہوتا ہے۔ اور میں عیسے ابن مریم سے
سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں۔ کیونکہ اس کے
اور میرے درمیان کوئی بنی نہیں اور وہ نازل ہو چکا

مومن مہینے میں روزہ رکھے۔ تاکہ دینی اور دنیوی ترقیوں
کو حاصل کرے + (شیخ غلام غوث)

نبوت مسیح موعود

(از حکیم محمد الدین صاحب از جرنالہ)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ٹریکٹ میری تحریر میں
لفظ نبی کا استعمال میں دو باتوں پر بہت بڑا زور دیا ہے
راول (۱) حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی
اس امر کا اظہار نہیں فرمایا کہ میرے بعد میری مہر
(اطاعت) سے کوئی بنی ہو سکتا ہے۔ (۲) (دوئم)
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی تحریر سے
ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ میں دوسری نبوت حاصل
ہو سکتی ہے۔ یعنی محدثوں و مجددوں والی جزیوی
نبوت کے ماسوا انبیاء و الی نبوت جیسا کہ ہم مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اعتقاد رکھتے ہیں۔

پھر اقول کے متعلق گذارش ہے کہ جب خود خداوند
تعالیٰ نے اپنی حکم آیت میں بیان کر دیا کہ من یطع
اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء الصالحین
آلایہ کہ جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ
حب دائرہ استعداد خود نبی بن سکتا ہے یا صدیق بن سکتا
ہے یا شہید وغیرہ پھر اس کے بعد کسی حدیث کی کیا
تلاش ہے۔ فحاشی حدیث بعد اللہ و آیاتہ یونی
لیکن حدیثیں بھی بہت ہیں۔ از اجماع لو عاش ابراہیم
لکان حدیث لابی بعدی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ
اگر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد نبوت محالات
سے یقین فرماتے تو یہ صرف خوش کن فقرہ جس میں
بقول مولوی محمد علی کوئی حقیقت نہیں کیوں بیان
فرماتے۔ انہی الفاظ میں صحیحین میں ایک اور حدیث
بھی ہے۔ ان الغلام الذی قتله الخضر طبع کا خرا
و لو عاش لارہق الویہ طخیانا و کفرًا۔ کیا ارباب
پر بھی نبوت کی طرح مہر لگ چکی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ

خصوصیت قابل غور ہے۔ ناقل) مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے اور اسکی محبت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ (حضرت اقدس نے اس پر ایک حاشیہ لکھا ہے۔ جو کہ دونوں قسم نبوت کو علیحدہ علیحدہ کرتا ہے ناقل) حاشیہ اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سنی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ بھی دخل نہ تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیا ہوئے (یعنی محدث ناقل) اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی اور نبی بھی ہو۔ حضرت صاحب کی مراد ہزار ہا اولیا سے محدثین امت ہیں۔ وہ ملک ایک قسم کے جزوی نبی ہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قسم کے مستقل نبی ہیں۔ یعنی اس امت کے اولیا مشابہہ بنیابنی نہیں ہیں اور میں جیسے مسیح موعود نبی ہوں جیسا کہ فرماتے ہیں اسی درجہ سے تو ہر شے میں علامہ بانی کو ایک طرف امتی کے علاوہ دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی۔ پھر اسی صحن میں آگے چلکر فرماتے ہیں۔ مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور جیسے کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے۔

برائے حقیقہ ص ۱۸۵ (اس آخری جلد سے دوسری قسم نبوت کی جو غیر از نبوت محدثین سے کس قدر صراحت ہو جاتی ہے۔ کہ امت میں ایک فرد کے نبی ہو جانے سے حضرت مہدی کو کیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوشان کا اظہار ضرور پایا ہے۔ اگر یہ نبوت بھی وہی جزوی نبوت ہے تو پھر بیس کے نبی انبیاء یعنی محدثین کا ہونا۔ کیوں بدرجہا کو قاریب علوشان نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو حضرت اور اسی کہ اس جگہ پر خوب غور کرنی چاہیے۔ وہ کہی سے نہیں بلکہ ان کی تحریرات میں موجود ہے۔ کہ چل نہیں وہ اس ایک نبی بنانے سے کیا خاتم النبیین تاہم۔ پس آج۔ پھر یہ عبارت کیسی صاف ہے۔ جہاں لکھا ہے۔ خود حدیث پر ہے جس جرح سے ثابت ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی امت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا۔ حقیقہ الوحی حاشیہ ص ۱۸۱ کافی ہے سوچو کہ اگر اہل کوئی ہو

پھر اسی ٹریکٹ میں ان دو نمبروں کے بعد نمبر ۳۲ سے ۵ تک بہت کچھ نسخہ اور تہذیب کے نمبروں کی تعداد بڑھائی ہے۔ جنکا مختصر جواب انشاء اللہ پھر عرض کر دیا جائیگا۔ بالفعل نمبر ۱ جس پر مولوی صاحب نے بہت زور لگایا ہے۔ بتوفیقہ تعالیٰ اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔ آپ کا نمبر ۱۰ یہ ہے۔ تحفہ گوشتویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس تک جبریل وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوتا رہیگا۔ تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائیگا۔ اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی فرق نہ لگیگا۔ مولوی صاحب مندرجہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب کی طبع اور اشاعت تک حضرت مسیح موعود جبرائیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوت لائیں اسلام کی بیخ کنی سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ خود آپ پر جبرائیل وحی نبوت نہیں لایا وغیرہ وغیرہ اسکا اصلی جواب تو یہ ہے۔ ومن یضللہ فلا ہادئ کس قدر موٹی اور صاف بات تھی۔ کہ یہ بندہ خدا اسکو کدہر کا کدہر لے گیا ہے۔ انا للہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جلد مذکورہ بالا سے یہ مطلب ہے کہ مسیح ناصری ایک مستقل براہ راست نبی ہے۔ اگر وہ زمین پر اترے۔ تو وہ اپنے پہلے شان کے ساتھ اترے گا۔ یعنی بحیثیت ایک مستقل نبی کے نہ کہ امتی نبی کے تو اس لحاظ سے وہ خاتم الانبیاء ہوا۔ اور اس کی وحی خاتم وحی ہوئی۔ ایسا سٹے حضرت صاحب اس حوالہ مولوی محمد علی صاحب سے قریباً بیس سطر اسی معنیوں کو اسطرح ادا فرمایا ہے۔

لیکن وہ لوگ جو حضرت جیسے علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاس نہیں انکا یہ عقیدہ ہے

کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے۔ اور براہ پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہیگا اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ مانتا ہے کہ ختم الانبیاء حضرت جیسے نہیں۔

بالفعل اسی قدر کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو پھر عرض کر دیا جائیگا۔ ہاں اگر مولوی محمد علی صاحب نے یا ان کے رفقاء کے لئے حضرت مسیح موعود کے الہامات حجت ہوتے تو مہر نبوت کیلئے صرف ذیل کا الہام کافی تھا۔ حقیقہ الوحی ص ۱۸۵۔ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا۔ اسپر نیچے حاشیہ ہے اس میں لکھا ہے۔ یہ وحی الہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ البسا فاسد زمانہ لگیا جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے۔ اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ امتی نبی کا جھگڑا تو الگ رہنے دیجئے۔ مہر نبوت جسکا مولوی صاحب کو انکار اور سخت انکار ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس مہر نبوت کا اپنی وحی میں صاف الفاظ میں اظہار فرما دیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک اور اس حاشیہ کو اخیر تک پڑھنے سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اس مہر نے ایک قسم کے نبی تو مشابہہ بنیابنی اسرائیل بنائے اور دوسرے قسم کے مہر نبی بنائے۔ انکا مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ رہا یہ امر کہ امتی نبی بنا سٹے۔ پس ہی تو مہر کا اثر ہے۔ اگر مستقل نبی براہ راست غیر امتی نبی بنایا جاتا۔ تو پھر ختم نبوت باطل ہے۔ فذبحہ خاکسار حکیم محمد الدین احمدی گو جرنوالہ ۱۳۸۶ھ

احباب فاروقی کی توسیع اشاعت کے

لئے سعی وادیں

تاریخی شذرات

ایک نو مسلم کی شرانگیزیوں

علاقہ گزرات کے ایک نو مسلم لڑکے کو خسرو خاں کا خطاب دے کر مبارک خلیجی نے اپنا دین و ایمان اور ملک و حشمت اسکے سپرد کر دیا اور نہ جانا کہ قبل از امتحان اس درجے کا اعتماد قرآن مجید کی تعلیم کے برخلاف ہے۔

اس غلطی کا جو خمیازہ اسکو اٹھانا پڑا وہ سب سے معلوم ہے۔ اسے گورنر جنرل بنا کر مالابار کی فتح پر مامور کیا۔ جہاں اسنے اپنے ہاتھ خوب ہی رگھے اور اسلامی سودا گروں کا مال لوٹ لیا۔ اور پھر جنات کے خیالات و مانع میں سامنے۔ مگر قہر و سرکشی کو عمل میں لانے کے لئے بھی ایک جرأت اور جہمت چاہیئے۔ جب شکامتیں سلطان کے حضور پہنچیں تو جھٹ حاضر ہوا۔ اور تسوے بہا کر اپنی بریتگی کی کہ میں تو اسلام پر فدا ہوں۔ حضور کی فائز خسرو پر لوگ حد کر کے مجھ پر چلیاں کھاتے ہیں مبارک تو اسیر گیسوئے پچان تھا۔ یہ بیان سچ مان لیا۔ اور اصلی ہوا خواہوں کو قتل کرادیا۔

میدان خالی پا کر خسرو خاں نے خوب پر ریزے نکلے۔ اور مسلمانوں کے مقابل نامسلمانوں کے راگ لاپنے لگا۔ اور بالآخر اپنی کو دربار میں بھرتی کرنا تجا۔ یہاں تک اس کی اپنی قوم کا ایک خاصہ جتھا ہو گیا۔ جو قبول فرشتہ چالیں ہزار سوار تھے۔ اب قتل شاہ کے منصوبے کا نہ ٹھٹھنے لگا۔ اور اس کے لئے اس نے خاص محل شاہی میں اپنا عمل دخل شروع کیا۔ اور لطافت و کجیل سے اس کی قتل برداری کا اہتمام بھی اپنے فیض میں کر لیا۔

فاضل ضیاء الدین نے اصل معاملہ سے بادشاہ کو اطلاع دی۔ اور خطر سے آگاہ کیا۔ مگر اس کا فائدہ

بجز اس کے اور کچھ نہ ہوا کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال لیا۔ کیونکہ مبارک خلیجی کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ جو واقعہ ہوتا ہے کم و کاست خسرو خاں سے کھدیتا اور وہ مکر و فریب سے اس کا خیر محو کر لیتا۔ اور اس طرح پر سے منصوبے علی صورت میں لانے کا موقع مل جاتا۔ اور وہ برابر کا سیاب ہوتا رہتا۔ آخر ایک رات فاضل ضیاء الدین جب پہرے والوں کی دیکھ بھال کے لئے رات کو آیا۔ تو خفیہ سازش منصفہ ٹھہریں آئی۔ اور اسی خسرو کے ہجوم ایک شخص جابر نے تلواریں کے ایک ہاتھ سے اس کا فیصلہ کر دیا۔ جب خسرو اٹھا۔ تو بادشاہ جسے محل میں خسرو خاں نے باتوں میں لگا رکھا تھا۔ چونکہ ہوا اور بوجھا یہ کیسا شور ہے تو خسرو نے باہر نکل کر اندر غلط رپورٹ سنائی۔ کچھ نہیں۔ اسطبل میں گھوڑوں کے چھوٹ جانے سے ایسا ہوا۔ اتنے میں چند شورہ پڑت بانعی اندر گس آئے۔ اور خسرو خاں نے شبہ پا کر جھٹ انہیں بدل لیں۔ اور بادشاہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ بادشاہ نے بہتر سے ہاتھ پاؤں مارے۔ گاتے آدیسوں کے مقابل کیا کر سکتا تھا۔ اسی جابر نے تلواریں جلائی۔ اور بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد حرم سلطانی میں جو ستم انہوں نے ڈالئے۔ ان کو دہرائانا نامہ غویس۔ تمام مستحقان سلطنت کو چن چن کر قتل کر دیا۔ اور مبارک کی بیوی سے خلج کر لیا۔ اور باقی عورتوں کو اپنے بھائی بندوں میں تقسیم کر دیا۔

تخت پر بیٹھ کر جو اوہم مچایا۔ خدا کی بناہ کہتے ہیں۔ مسجدوں میں بت رکھو ادٹے۔ تاکہ ہندو اپنے مذہبی خیال کے مطابق وہیں پوجا کریں۔ اور وائن مجید سے کرسیوں کا کام لیا۔ گاؤ کشی مطلق بند کرادی۔ آخر ایک سلطانی نمک خوار غازی بیگ نے اس کی سزا دی پر کمر باندھی۔ اور چند وفادار سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس نے حملہ کر دیا۔ بزدل خسرو میدان جنگ سے بھاگا۔ اور بھیس بدل کر ایک مقبوس میں

بچ کر بھاگا۔ اور بھیس بدل کر ایک مقبوس میں

چند روز چھپا رہا۔ بھوکے کنبے تاب ہو کر ایک شخص کو اپنی انگوٹھی اتار کر دی کہ بازار سے کھانڈ لائے۔ راز طشت از بام ہو گیا۔ اور پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اور شاہ کی قصاص میں مارا گیا۔

اس سوال کا جواب ہرگز کیا اسلام پر شور شرعہ پھیلا نہیں۔ ہر اللہ ناف پسند شخص کے منہ سے نکلتا ہے۔ صحابہ کرام کا زمانہ تو فوری زمانہ تھا۔ کئی صدیاں بعد کے واقعات پر بھی غور کریں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنے بانی محاسن کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کی ولایت پر تصرف ہوتا رہا۔

سندھ کے راجہ داہر فوج۔ محمد بن قاسم پہلا واقعہ نقصانی سے لڑ رہی ہے۔ اور ایک دستہ اسلامی اخلاق پر فدا ہو کر ایمان لاتا ہے۔ اور اسی وقت اپنے ہندو بھائیوں کے مقابل میں مصروف کارزار ہوتا ہے۔ کیا جو لوگ بر جبر واکا مسلمان کئے جائیں۔ ان میں یہ روح پیدا ہو سکتی ہو کہ وہ اپنے ہجوم بھائی بندوں پر تلوار اٹھائیں۔

دوسرا واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد مودت مہد میں جب سندھ کے راجوں کے پاس اسلامی مبلغین پہنچے۔ تو ان میں سے راجہ دہر کا بیٹا جے سیہ ہند دیگر سرداروں کے ساتھ اسلام لایا۔ اور پھر ان کے اتباع میں اس کی قوم کے کئی سو لاکھ ہزار اشخاص اسلام لے آئے۔ کیونکہ اسلامی اخلاق اپنا گہرا اثر ان کے دلوں پر جھانچکے تھے۔ اور ان لوگوں کے لئے معمولی سی تحریک ہی کی ضرورت تھی۔

تیسرا واقعہ سلطان محمود غزنوی کے فتح کے اراد سے روانہ ہوتا ہے۔ اور اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کو کوہستان ہمالیہ کے دامن سے نکل لے گیا۔ واپسی پر مراد آباد کے علاقہ برن کا راجہ ہر دت اپنی خوشی سے فوج سمیت ایمان لایا۔ اور اڑبائی لاکھ نذرانہ پیش کیا۔ اور کچھ ہاتھی بھی۔ فرمائے

خزینہ فضل الحسنین شہر حیات

یعنی

تریاقی گولیاں

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں۔ ہم نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچی ہمدردی اور ایمانداری کے ساتھ اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ خلق اللہ حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کا وہ مجرب المجرّب نسخہ کمال محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ جس سے کئی گھر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو پیارے بچوں سے خالی تھے۔ وہ گھر جو اسقاط حمل کی بیماری یعنی اٹھہر کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ جن کی اولاد پیدا ہوتے ہی دافع مفارقت دے کر رہ دار البقاع لے لیتی تھی جتنے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے۔ یا مردہ پیدا ہوتے تھے۔ اور والدین کے کلیجے صدمہ سہتے بہتے یا دوس اور ناامید ہو چکے تھے۔ محض خدا کے فضل سے تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی انجان بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ بھی ناامید نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ اور تریاقی گولیوں کا استعمال کرو۔ اور پیارے بچوں کی بیٹھی بیٹھی تپیں شکر خدا کا شک کر دو۔ اور فوائد کے لئے دعا کریں قیمت بلحاظ محنت اور فوائد کے بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ تاکہ سب فائدہ اٹھائیں۔ قیمت ایک روپیہ فی تولہ ۛ

اصلی ممیرا اور ممیرا کے کاسٹرم

تمام امراض چشم یعنی دھند۔ جالا۔ پردوال۔ لکڑے۔ ضعف۔ کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت فی تولہ تین روپے

المشتر نظام جاد عبد الرحمن کاغانی قادیان (گوداپ)

بعد بھی بہت سی مثالیں اس کی ملتی ہیں
راجہ کالنجہ۔ سلطان محمود کے مقابل میں نصف لاکھ پیادہ تھائی لاکھ سوار اور پون ہزار کے قریب ہتھیارے کر نکلا۔ سلطان نے جب دیکھا کہ یہاں آیا۔ کام نہیں دیتے۔ تو وہ استناد الہریت پر نہایت عاجزی سے گرا۔ اور گڑگڑا کر دعا مانگی۔ صبح سوئے کیا دیکھتا ہے۔ کہ راجہ سب ساز و سامان یہیں چھوڑ کر بے حواس کہیں راتوں رات بھاگ گیا ہے۔ یہ الہی قدرت کی کرشمہ ساز یوں کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ جسے ادھر پرست ظاہر پرست ظاہرین بشکل بدر کر سکتے ہیں۔ مگر اسلامی تاریخ میں اس کی میسوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ (احسن)

ایک خاص عایت

تبلیغ رسالت جلد اول کی واسطے ایک مخلص بھائی مبلغ پچاس روپے اس شرط پر عطا فرمائے ہیں کہ تبلیغ رسالت کی ایک سو جلد نصف قیمت پر غیر احمدیوں کو دیا جائے۔ خدا تعالیٰ ایسے باہمت دوستوں کو اس سے زیادہ توفیق خدمت دین کی عطا فرماوے واقعی غیر احمدیوں کو اس کتاب کا مطالعہ ضروری، مگر وہ شاید ہی اس کو خریدیں۔ پس ہمارا دیگر احمدی دوست نصف قیمت میں سو جلد خرید کر اپنے غیر احمدی دوستوں کو تحفہ دیں۔ ایسی بہت اگروں دوستوں کو بھی کریں تو بہت سی جلدیں غیر احمدیوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔ اس مبارک مہینہ رمضان میں یہ صدقہ بھی صاحبِ سوت احباب کریں تو دہرا ثواب ہو گا ۛ

جو کام اباب کے ذریعے محال نظر آتا ہو
دعا کا اثر | بلکہ ناممکن۔ وہ دعا کے ذریعے آراں ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اسپر کو تاجر ہوا ہستکوں میں چاندی سونا

کہتے ہیں کہ جہاں سومات ہمارے وہاں دو سومات من دزنی سونے کی زنجیر لگتی تھی اور جب سلطان محمود نے لے کر توڑا۔ تو دس کروڑ کا مال اسکے پیٹ سے نکلا۔ ساتھ کے قریب ستون جواہرات سے مرصع۔ اور بھنڈاریوں۔ پجاریوں۔ اور گانے دانے مرد عورتوں کا نو کچھ حساب نہیں ۛ

کہتے ہیں کہ دو سو کے قریب چاندی ستر کے بت | بت تھے۔ جن کی چاندی سواوٹ سے بھی اٹھائی دشوار تھی۔ بعض بتوں کی انجلیں باقوت کی تھیں۔ جنہیں سے ہر ایک باقوت نصف لاکھ دینار سے کم کا نہ ہو گا۔ اور بعض کی ٹانگیں ایک من سونے کی تھیں۔ اور ایسے سونے کے بتوں پر گیارہ بارہ من بختہ سے زیادہ سونا لگا ہوا تھا۔ اور یوں یہ دولت مفت میں اپنے منہ سے نکلی ہوئی تھی ۛ

دس فٹ لمبا اور اس سے پہلے نگر کوٹ کا خزانہ | گنج جوڑا مکان سونے روپے سے بھرا ہوا تھا۔ اور بیس بچیں من جواہرات اور کئی سو سونے چاندی کے برتن اس مندر میں مدفون تھے۔ کہتے ہیں۔ محمد بن قاسم جب قلعہ ملتان کا بت | ملتان کو فتح کر چکا۔ تو ایک پرہیز کی مخبری سے ایک بت خانہ کا پتہ ملا جس میں سونے کا بت تھا۔ اور علاوہ اس کے چالیس پچاس دیگیں سونے کی مدفون تھیں۔ کئی ہزار بت رکھے۔ بڑا بت کوئی اڑھائی سو من دزنی ہو گا۔ اٹھارہ ہزار من سونا زمین میں دبا رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ایسے تمام احوال رفاہ کاموں میں خرچ کر دیے۔ اور رعایا خوشحال ہو گئی

جو کام اباب کے ذریعے محال نظر آتا ہو
دعا کا اثر | بلکہ ناممکن۔ وہ دعا کے ذریعے آراں ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے